عبدالرشید عراقی

شیخ الحدیث مولانا محمد علی جانباز رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں

شیخ الحدیث مولانا محمد علی جانباز اپنے دم سے ایک عہد تھے۔ وہ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔ علوم اسلامیہ پر ان کو یکساں قدرت حاصل تھی۔ جماعت اہل حدیث پاکستان میں ان کی حیثیت ایک گل سرسبد کی تھی۔ مولانا جانباز اپنے علمی تبحر اور فضل وکمال کے ساتھ مختلف الکمالات شخصیت کے حامل تھے۔ وہ بیک وقت مفسر بھی تھے اور محدث بھی، مورخ بھی تھے اور محقق بھی، معلم بھی تھے اور متکلم بھی، ادیب بھی تھے اور نقاد بھی، دانشور بھی تھے اور مبصر بھی، مصنف بھی تھے اور صحافی بھی۔ عربی، فارسی اور اُردو زبانوں پر اُن کو کامل عبور تھا۔ عربی سے اُردو اور اُردو سے عربی میں ترجمہ کرنے کی ان کو خاص مہارت تھی۔ علوم دینیہ میں حدیث، اسماء الرجال اور تاریخ پر ان کی نظر وسیع تھی۔ فقہ المذاہب الاربعہ اور فقہ جعفریہ پر بھی ان کا مطالعہ وسیع تھا۔

مولانا جانباز اسلامی تاریخ کے علمائے سلف کی یادگار تھے۔ آپ ایک نہایت بااصول، راست گو، راست باز، حق پسند اور مرنجان مرنج طبیعت کے نیک سیرت بزرگ تھے۔ سلاست طبع کی نعمت انہیں وافر ملی تھی۔ مولانا جانباز میں ایک صفت یہ بھی تھی کہ وہ اپنوں اور بیگانوں کو کھلے دل سے داد دینے میں بڑے فیاض واقع ہوئے تھے۔ مولانا جانباز اتباع سنت میں اپنی مثال نہیں رکھتے تھے۔ حدیث نبوی ﷺ سے والہانہ محبت رکھتے تھے اور حدیث کے معاملہ میں معمولی سی مداہنت بھی برداشت نہیں کرتے تھے۔ راقم سے کئی دفعہ فرمایا کہ "حدیث شریف کی کتابیں (صحاح ستہ) تعلیمات اسلامیہ کا سرچشمہ ہونے کے ساتھ عربی زبان وادب کا بڑا سرمایہ ہیں۔ جن کی زبان بہت سادہ اور سلیس، تصنع وتکلف سے پاک ہے۔ افسوس ہے کہ لوگوں نے کتب احادیث کی طرف اس نقطہ نگاہ سے توجہ نہیں کی اور تصنع وتکلف سے لبریز زبان اور

اظہارِ بیان کو ادب کا نام دے دیا گیا ہے۔

مولانا جانباز جدید عربی ادب پر بھی نظر رکھتے تھے۔ دو تین عربی رسائل اُن کے پاس آتے تھے۔ البعث الاسلامی لکھنو کا باقاعدہ مطالعہ کرتے تھے۔ اُردو رسائل میں معارف اعظم گڑھ' برہانِ دہلی' الفرقان لکھنؤ' دارالعلوم دیوبند' محدث بنارس' ترجمان القرآن لاہور' فکر ونظر اسلام آباد' محدث لاہور' الاعتصام لاہور اور کئی دوسرے رسائل ان کے پاس آتے تھے' جن کا وہ باقاعدگی سے مطالعہ کرتے تھے۔

مولانا جانباز مصلحین اُمت میں امام احمد بن حنبل' امام ابن تیمیہ' حافظ ابن قیم' حافظ ابن حجر' شاہ ولی اللہ' سید احمد شہید' مولانا شاہ اسماعیل اور امام محمد بن عبدالوہاب نجدی رحمۃ اللہ علیہم سے والہانہ عقیدت رکھتے تھے اور اپنے تلامذہ اور ملنے جلنے والوں کو ان کے حالات اور ان کی تصانیف پڑھنے کی ترغیب دیتے تھے۔

مولانا جانباز کو اپنے دو اساتذہ مولانا ابوالبرکات احمد مدراسی اور حضرت العلام شیخ العرب والعجم حافظ محمد محدث گوندلوی رحمۃ اللہ علیہم سے بے پناہ محبت تھی اور جب کبھی راقم ان دونوں بزرگوں میں سے کسی کا ذکر کرتا تو بالکل والہانہ انداز میں ان کی خوبیاں بیان فرماتے اور فرماتے ''عراقی صاحب مجھے ان دونوں سے بے پناہ محبت ہے۔ حضرت محدث گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ ان جیسا ٹھوس عالم مشرق ومغرب میں کوئی نہیں' مجھے ان سے بڑی عقیدت ہے۔''

مولانا ابوالبرکات احمد مدراسی کے علم وفضل کے بھی معترف تھے۔ ان کی سیرت وکردار کے بہت مداح تھے اور میں نے کئی بار اُن سے سنا کہ ''مولانا ابوالبرکات جیسا نیک سیرت' شریف الطبع' صاحب زہد وورع وتقویٰ وطہارت اور علم وفضل کے اعتبار سے جامع الکمالات عالم نہیں دیکھا۔''

اخلاق و عادات کے اعتبار سے مولانا جانباز ایک کریم النفس اور شریف الطبع انسان تھے۔ کریمانہ اخلاق اور ستودہ صفات کے حامل تھے۔ بہت زیادہ فیاض' مہمان نواز اور خود دار بھی تھے۔ میرا ان سے ۲۵ سال سے تعلق تھا۔

''میں نے علماء میں ایسا شریف' ایسا نیک باطن' ایسا دور اندیش' ایسا فیاض' ایسا سادہ مزاج' اس پر ایسا مستقل مزاج' خوش اخلاق' شیریں گفتار' باغ وبہار' ایسا خشک اور ایسا تر آدمی نہیں دیکھا۔ ایسا متقی و

پرہیزگار اور ساتھ ہی ایسا وسیع المرتبت اور وسیع الاخلاق و مذہبی تھے اور سخت مذہبی۔''

مولانا جانباز ایک عالم باعمل ہونے کے ساتھ ساتھ عظیم مصنف بھی تھے۔ آپ نے مختلف موضوعات پر چھوٹی بڑی تیس (۳۰) کے قریب کتابیں لکھی ہیں۔ ان کی تصانیف میں اہمیت نماز' آلِ مصطفےٰ ﷺ' توہین رسالت کی شرعی سزا' اسلام میں صلہ رحمی کی اہمیت' حرمت متعہ بجواب حلت متعہ' احکام طلاق' احکام سفر اور انجاز الحاجہ شرح سنن ابن ماجہ (عربی، ۱۲ جلد) مشہور و معروف کتابیں ہیں اور ان تصانیف کو اہل علم نے قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا ہے۔

شیخ الحدیث مولانا محمد علی جانباز کا اُن چند خوش نصیب لوگوں میں شمار ہوتا ہے جو ایک فرد نہیں تھے بلکہ اپنی ذات میں ایک تحریک تھے' ایک انجمن تھے۔ اس لیے ان کی وفات ایک فرد کی وفات نہیں بلکہ ایک ادارہ کی وفات ہے۔ ؎

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

مولانا جانباز سے میری آخری ملاقات ان کی وفات سے دس روز قبل ہوئی۔ ان کے صاحبزادہ پروفیسر عبدالعظیم صاحب نے سہارا دے کر بٹھایا' مصافحہ کیا اور فرمایا عراقی صاحب ہیں۔ میں نے حال احوال دریافت کیا۔ فرمایا اللہ کا شکر ہے' کمزوری بہت زیادہ ہے۔ راقم نے عرض کیا آپ کو یہ تکلیف روزے رکھنے کی وجہ سے ہوئی ہے۔ فرمایا صرف گیارہ روزے رکھے تھے۔

مولانا جانباز کی حالت دن بدن کمزور ہوتی گئی۔ تاآنکہ آپ نے ۱۴/ ذی الحجہ ۱۴۲۹ھ بمطابق ۱۳/ دسمبر ۲۰۰۸ء شام ۸ بجے سیالکوٹ میں رحلت فرمائی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

پروفیسر ڈاکٹر فضل الٰہی صاحب نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور قبرستان حسین شاہ میں سپرد خاک کیے گئے۔

داغِ فراق صحبت شب کی جلی ہوئی
اِک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے